جتنی سہولتیں اتنی شکایتیں

بھوک لگتی تو پتے پتیاں گھاس پھوس کھاتے تھے۔ کبھی پیڑ پودوں کی جڑیں کھاتے تھے اور بھوک مٹاتے تھے۔ جب وہ بھی میسر نہ ہوا تو گوشت، مچھلی کھانے لگے۔ جہاں تک پیٹ بھرنے کا سوال ہوتا دن کا یہی مشغلہ رہتا۔ رات پہاڑوں، کوہ اور غار میں بتاتے۔ اس وقت نہ تن پر کپڑا نہ کھانے کو روٹی نہ سر چھپانے کے لئے کوئی گھر ہوتا۔ ضرورت پڑنے پر دماغ پر زیادہ زور دیتے اور کچھ آلہ و اسلحہ ایجاد کر لیے۔ آندھی، طوفان، سردی، گرمی، بارش اور برسات سے بچنے کے لئے اس زمانے کے اعتبار سے پناہ پانے کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں بھی چلائے چھت تیار کر لی۔ اس وقت بھی لوگ ہم زباں نہیں ہوتے۔ ایک دوسرے سے باتیں کرنا یا سمجھنا سمجھانا دشوار ہوتا۔ چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ضرورتیں بڑھتی گئیں۔ ایجادات ہوتے رہے۔ ایک ضرورت پوری نہیں ہوتی کہ دوسری بڑھ جاتی۔ اسی طرح آج ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جہاں زمانے نے بڑی ترقی کر لی لیکن وہاں بھی بڑی شکایتیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان سب کچھ میسر پھر بھی شکایت۔ پیدل چلنے والوں کی شکایت: ایک سائیکل نہیں کب ایک سائیکل مل جائے۔ جن کے پاس سائیکل ہے وہ شکایت کرتے ہیں کہ موٹر سائیکل مل جائے تو اللہ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ جن کو اللہ نے موٹر سائیکل دی ہے وہ کہتے ہیں: ایک کار ہوتی تو زندگی میں کتنی سہولتیں ہوتیں۔ اب کار والوں کی کیا چاہت ہوتی ہے۔ اگر مرسیڈیز، بی ایم ڈبلیو یا فراری کار مل جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ اسی طرح ہر ایک چیز کے لئے یہی صورتِ حال ہے۔

کہتے ہیں انسان اپنی حالت پر کبھی خوش نہیں ہوتا۔ غریب غرباء کا پیٹ نہیں بھرے، تن پر کپڑے نہیں ہوں اور سر پر چھت نہیں ہو تو شکایت کرے یا ان ضروریات کا خواب دیکھے تو حق ہے۔ کسی یتیم ابلا پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ امن و سکون طلب کرے تو یہ بھی صحیح ہے۔ جہاں چور اچکے قتل اور حملہ کر رہے ہیں، ان سے پناہ مانگنا، نجات پانے کی خواہش رکھنا جائز ہے۔ بیمار، مریض شفا پانے کی دعا مانگے تو بھی درست ہے۔ آندھی، طوفان، زلزلہ اور آتش فشاں جیسی قدرتی بلاؤں سے اللہ کے سبھی مخلوق مل کر پناہ پانے کی التجا اور عاجزی کرے تو قبول ہے۔

مگر جس کو جتنا ملے پھر بھی اور پانے کا لالچ کرے یہ انسان کی زیادتی ہے۔ اس صورت میں اکثر دیکھا گیا ہے انسان غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ ظلم ڈھانے لگتا ہے۔ دوسروں کو تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ضرورت کی بات ہوتی ہے، وہاں تک تو ٹھیک ہے مگر جب چاہت حد سے زیادہ انسان کو ورغلانا شروع کرتی ہے تب خطرہ نظر آنے لگتا ہے اور انسان خطرناک ہو جاتا ہے۔

آج ہمارے ملک نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے بڑے ممالک کے مقابلے میں ہمارا جزیرہ پیچھے نہیں۔ پینتیس سال کی آزادی کے دوران بڑے چھوٹے کی محنت و مشقت، جدوجہد کا یہ نتیجہ ہے۔ یہاں شہر، گاؤں اور ہر بستی کی سڑکیں پکی ہیں۔ ہمارے دیس کا ہر کونا بجلی سے روشن ہے۔ کام کاج کی سہولتیں ہیں۔ کسی حد تک ہمارے ملک کی آمدنی بھی تسلی بخش ہے۔ آج ہر گھر میں ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون موجود ہے۔ تقریباً پچاس فی صد لوگوں کے یہاں موٹر سائیکل یا کار ہے۔ اسی طرح بڑے تو بڑے بچوں کے ہاتھوں میں موبائل فون نظر آتے ہیں۔ اس پر قدرتی دین سبحان اللہ۔ اب تو یہ حال ہے کہ بہت کم لوگ لکڑی کے چولہے پر پکاتے ہیں۔ باورچی خانوں میں گیس یا بجلی کے چولہے جلتے ہیں۔ اور تو اور گلی کوچوں میں بھی کھانے ملتے ہیں اس پر بڑھیا سے بڑھیا پکوان۔ لوگ تو ان دنوں اتنا کھاتے ہیں کہ بیماری کی شکایت ہوگئی ہے۔ شکر کی بیماری یا دل کی بیماری کے شکار ہوگئے ہیں۔ دیکھا گیا ہے ساٹھ سے ستر فی صد لوگ شکر کی بیماری کے شکار ہیں، تیس سے چالیس فی صد دل کے مریض ہیں۔ اس پر یہ بھی خوب ہے، دوا دارو ڈاکٹر نرس شفا خانہ مفت، لکھائی پڑھائی، علم و تعلیم اور پڑھائی کا ہر وہ ضروری سامان مفت۔ سولہ سال کی عمر تک پڑھائی لازمی کر دی گئی ہے۔ اگر والدین لاپرواہی برتیں تو جرمانہ۔

پھر بھی ضرورت کی شکایت، چاہت کی شکایت یہاں تک کہ سہولت کی شکایت۔ جہاں چھوٹوں کو ضرورت کی شکایت ہے وہاں بڑوں کو چاہت کی شکایت ہے۔ اتناسب کچھ ہوتے ہوئے بھی کہیں نہ کہیں خامی یا کمی رہ ہی جاتی ہے۔ ایسے میں ضرورت مند غریب اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آواز اٹھائے، شکایت کرے تو ان کا حق بنتا ہے۔ مگر جب بڑے اور امیر اپنی چاہت کے لالچ کی خاطر کمزوروں اور چھوٹوں پر ظلم ڈھانا شروع کر دے تو یہ غلط بات ہو جاتی ہے۔ یوں تو بڑے اور امیر مٹھی بھر کے ہوتے ہیں مگر راج انہی کا ہوتا ہے، غریب اور کمزور ان کی زیادتی اور سختی تلے دبے رہ جاتے ہیں۔ کاتب تقدیر تو اللہ میاں ہے مگر یہی بڑے لوگ غریب اور لاچار، مفلس اور بے یار و مددگار کا مقدّر لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اپنے لئے ساری سہولتیں مہیا کر لیتے ہیں اور چھوٹوں، کمزوروں کے حق میں صرف مصیبتیں اور شکایتیں